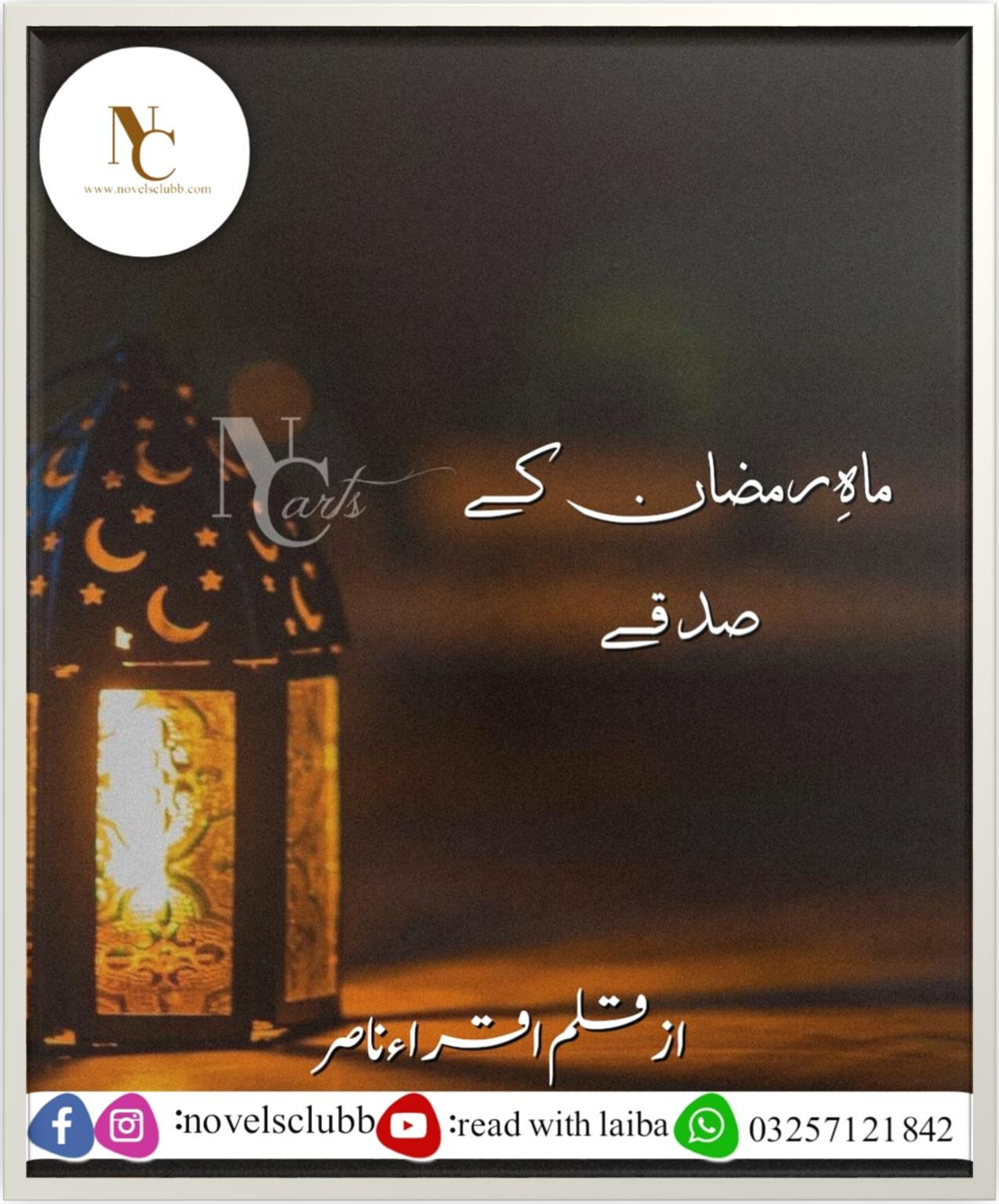
www.novelsclubb.com
ماہِ رمضان کے
صدقے
از قلم اقراء ناصر
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

ماہِ رمضان کے صدقے

از قلم

اقراء ناصر

www.novelsclubb.com

گہرے سیاہ آسمان پر موجود بادل چاند کا راستہ روکے ہوئے تھے۔آج رات اس چاند کا انتظار ہر کوئی کر رہا تھا۔گھروں، محلوں،دکانوں جگہ جگہ یہی شور مچا ہوا تھا۔ہر کوئی ایک دوسرے سے یہی سوال پوچھتا دکھائی دیتا تھا۔

"چاند نظر آگیا؟"

سوال جس سے بھی پوچھا جاتا اس کے پاس اس وقت نفی کا جواب تھا۔

لوگوں کے گھروں اور دکانوں پر رکھے ٹی وی پر نیوز چینلز لگے ہوئے تھے۔سب بے چینی سے اپنی پسندیدہ خبر سننا چاہتے تھے۔

کچھ لوگ چاہتے تھے کہ چاند نظر آجائے تاکہ ماہِ رمضان کا وہ اچھے سے

استقبال کر پائیں جبکہ کچھ لوگ اپنی ذاتی مجبوریوں کی وجہ سے چاہتے تھے کہ چاند آج کی بجائے کل دکھائی دے تاکہ وہ پرسوں آرام سے روزہ رکھ پائیں۔

یوں ہی ادھر گھومتے پھرتے ایک دم ایک ڈھابے پر رکھے ٹی وی میں چلتے نیوز چینل پر ایک عورت اچانک سے بریکنگ نیوز دیتی سنائی دی۔ڈھابے میں بیٹھے سبھی لوگ عورت کی بات کو سننے لگے۔پھر سب یکدم ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے۔

www.novelsclubb.com

"مبارک ہو! رمضان کا چاند دکھائی دے گیا ہے! اللہ یہ مہینہ ہم پر آسان کرے۔ہماری مغفرت ہو ماہِ رمضان کے صدقے سے!"

oooooooooooooooooooooooooooooooo

"عائشہ! عائشہ! اٹھو بیٹا سحری کا وقت ہو گیا ہے۔"

رات کے چار بجے متوسط علاقے کا یہ محلہ جس میں موجود گھر عموماً اس وقت تاریکیوں میں ڈوبے ہوتے تھے۔ آج بلب کی روشنیوں سے روشن تھے۔ محلے کے گھروں سے برتنوں، آہٹوں اور لوگوں کی آپس میں بات کرتی مدھم آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ ان آوازوں میں اس وقت غلبہ محلے کی مسجد کے اسپیکر نے پایا ہوا تھا جس کے سامنے کھڑے مولوی صاحب سحری بند ہونے کے اوقات اور نعت و درود پڑھنے میں مشغول تھے۔ ساتھ کے محلے بلکہ ارد گرد موجود ہر مسجد سے یہی آوازیں علاقے میں گونج رہی تھی۔

ایسے میں اگر ہم ایک دو منزلہ مکان کے اندر آئیں تو وہ بھی اس وقت

روشن تھا۔ایک ادھیڑ عمر عورت نچلی منزل میں سیڑھیوں کے پاس آ کر اوپر موجود لڑکی کو آوازیں دے کر اٹھا رہی تھیں۔

وہ آواز تب تک لگاتی رہی جب تک ان کے سامنے عائشہ سیڑھیوں سے اترتی دکھائی نہیں دے دی۔عورت اس لڑکی کو اترتا دیکھ کر سیڑھیوں سے ہٹ کر منظر سے غائب ہو گئی۔

اب اس پورے منظر میں عائشہ دکھائی دیتی تھی۔اس نے گہرے سبز رنگ کی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔اس نے بالوں کو رات چٹیا سے باندھا تھا مگر سونے کی وجہ سے اب وہ بکھر کر خراب ہو چکی تھی۔اس نے بالوں کو دوبارہ بنائے بغیر یونہی سمیٹنے کی ایک ناکام کوشش کی تھی۔چہرہ اور قمیض کی آستین گیلی تھی جو اس کے باوضو ہونے کا ثبوت تھی۔اس کا چہرہ اس وقت ہر چیز سے بیزار لگتا تھا۔وہ

یونہی منہ بنائے سیڑھیاں اتر کر گھر کے چھوٹے سے ڈائننگ روم میں آگئی۔

ڈائننگ روم میں آکر اس نے اپنی کرسی کھینچی اور میز پر سب کے ساتھ بیٹھ گئی۔ڈائننگ روم کا مختصر سا جائزہ کرواؤں تو ڈارک اسکن کلر کی دیواروں پر اسماء حسنٰی اور قرانی آیات کی کیلی گرافی کی تصاویر سجی ہوئی تھیں۔اس کے درمیان میں ہی ایک چھوٹی بھورے رنگ کی میز تھی جس کے ارد گرد پانچ بھوری اور سبز رنگ کی کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ڈائننگ روم کے ارد گرد موجود لیمپس سے نکلتی پیلی روشنی ماحول کو خوبصورت بنا رہی تھی۔

اگر ڈائننگ روم میں بیٹھے نفوس پر نظر ڈالی جائے تو ہمیں عائشہ، عائشہ کے ساتھ بیٹھی ایک بوڑھی عورت جو عائشہ کی دادی تھی اور دادی کے بالکل سامنے بیٹھے ایک بوڑھے آدمی جو عائشہ کے دادا تھے، بس وہی دکھائی دیں گے۔

www.novelsclubb.com

دادی کے ہاتھوں میں تسبیح تھی جس کے دانوں کو وہ ہر تھوڑی دیر بعد گرا رہی تھیں۔ وہ اس وقت کوئی ورد کر رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد جیسے ہی ورد مکمل ہوا وہ مڑی اور عائشہ کے سر پر پھونک ماری۔

عائشہ نے نظریں نہیں اٹھائی اور اپنے سامنے پڑی خالی پلیٹوں کو تکتی رہی۔

www.novelsclubb.com

دادی نے ایک نظر پیچھے مڑ کر ڈائننگ ہال میں کھلتے ایک دروازے کو دیکھا جو کچن کا تھا پھر ناگواری سے سر جھٹک کر چہرہ سامنے کر لیا۔

"تھوڑے اہتمام میں بھی بی بی کو اتنی دیر لگ جاتی ہے۔ اگر ہماری

طرح بھرے کنبے کے لیے سحری بنانی پڑ جاتی تو بی بی کی سحری افطاری تک بن پاتی۔" دادی بڑبڑائی۔عائشہ جانتی تھی دادی یہ باتیں امی کے لیے کہہ رہی تھی مگر اس نے کوئی ری ایکشن نہیں دیا۔وہ اپنی ماں اور دادی کی عجیب محبت، اچھے سے جانتی تھی۔وہ ایک دوسرے کے ساتھ نہیں رہ سکتیں تھیں اور ایک دوسرے کے بغیر تو بالکل بھی نہیں رہ سکتیں تھیں۔گھر میں یہ نوک جھونک معمول کی بات تھی۔دادا نے بھی بات سن لی تھی مگر وہ سحری کے وقت دادی کو کچھ کہہ کر گھر میں بدمزگی نہیں پھیلانا چاہتے تھے۔

www.novelsclubb.com

اسی وقت ایک اور آدمی ڈائننگ روم میں داخل ہوا اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"کھانا نہیں آیا ابھی تک!" اسی آدمی نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔یہ شخص عائشہ کے ابو بھی تھے۔

"بن ہی نہ جائے سحری تمہاری بیوی سے!" دادی نے اسی ناگواری سے کہا۔

"لا رہی ہوں بندہ صبر بھی کر سکتا ہے۔" ایک تیز صدا کچن میں سے آئی۔

عائشہ کے ابو کو اب اپنی بات پر پچھتاوا ہونے لگا۔ ان کی ایک چھوٹی سی بات نے دونوں خواتین کو لڑنے کا موقع دے دیا تھا۔ آخر ان خواتین کو ہر وقت لڑنے کا موقع کیوں چاہیے ہوتا ہے۔

تھوڑی ہی دیر بعد عائشہ کی امی ٹرے اٹھائے ڈائننگ ہال میں آئی اور

سامان رکھنے لگی۔جب سارا سامان عائشہ کی امی نے رکھ دیا تو دادی نے ہاٹ پاٹ کھولا۔ہاٹ پاٹ کھولتے ساتھ ہی انہوں نے ناگواری سے ناک چڑھائی اور اپنی بہو کو دیکھا۔

"پراٹھے بناتے ہوئے ہاتھ ٹوٹ رہے تھے مہارانی؟! اگر ہماری طرح کبھی سحری میں تیس تیس پراٹھے پکا لیے تو تو تمہیں موت ہی آجانی ہے۔" دادی کی بات سن کر عائشہ کی امی نے تیزی سے کرسی کھینچی اور بولیں۔

www.novelsclubb.com

"روزہ رکھنے کا ایک مقصد بندے کا صحت یاب ہونا ہے امی! یہ نہیں کہ تیرہ چودہ گھنٹے جو بندہ بھوکا بیٹھا ہے اس کی ساری کسر سحری اور افطاری میں نکال لی جائے۔صحت کے لیے تیل میں ڈوبی روٹیاں اور سموسے پکوڑے کتنے منصر ہے آپ کیا جانیں؟"

ڈائننگ روم میں بیٹھے باقی لوگوں نے سحری شروع کرلی تھی۔گھر میں یہ روز کا معمول تھا۔دادا اور ابو نے ان دونوں کو کچھ بول کر "ظالم مرد" ہونے کا سرٹیفیکٹ نہیں لینا تھا اور عائشہ بھی کسی ایک کی سائیڈ لے کر دوسرے کے سامنے "بدتمیز" نہیں بننا چاہتی تھی۔عائشہ کی امی کے جواب میں دادی منہ بنا کر بولیں۔

"بڑی آئی تم ڈاکٹرنی؟ بارہویں فیل تو تم ہو بی بی!" دادی نے یہ کہہ کر عائشہ کی امی کی دم پر پیر رکھ دیا تھا۔

"میں بارہویں فیل نہیں ہوں۔بارہویں کے پیپر شادی کی وجہ سے نہیں دے پائی ورنہ میں ضرور ٹاپ کرتی۔" انہوں نے جل کر کہا۔

www.novelsclubb.com

ان دونوں کی نوک جھونک کو مسجد سے آتی صدا نے خاموش کروایا۔

مولوی صاحب اسپیکر پر اہل محلہ کو بتارہے تھے سحری کا وقت ختم ہونے میں پندرہ منٹ رہ گئے ہیں۔

اس کے بعد سب نے چپ چاپ کھانا کھایا۔ سحری کر لینے کے بعد جیسے ہی سب نے ہاتھ روکا مولوی صاحب سحری کا وقت ختم ہونے کا عندیہ دے رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

گھر کے مرد حضرات اب فجر کی نماز کے لیے مسجد کا رخ کر چکے تھے جبکہ عائشہ واپس اوپر جانے لگی۔

وہ اپنے کمرے میں جانے لگی تھی۔ کمرے میں جاتے جاتے اس کے

ذہن میں ہزار باتیں تھیں۔

"کل افطار میں کیا بنے گا!"

"امی سموسے پکوڑے تو نہیں بنائیں گی۔ پتہ نہیں کن لڑکیوں کی مائیں ان کے لیے افطاری میں اتنا اہتمام کرتی ہیں!"

"ہائے اللہ! مجھے تو ابھی سے ہی بھوک لگ رہی ہے۔ ابھی تو سارا دن پڑا ہے۔"

"مجھ سے تو پیاس بھی برداشت نہیں ہو پاتی ہے۔"

"اللہ! آپ نے روزہ فرض کیوں کیا؟!"

اسی طرح کی لاکھ سوچیں اس کے ذہن میں گردش کرنے لگی۔

باہر سے محلے سے کسی کی صدا سنائی دی۔

"اللہ اپنی تمام رحمتیں اور نعمتیں ہم پر برسائے ماہ رمضان کے صدقے سے!"

oooooooooooooooooooooooooo

"سلیم! جلدی جلدی اینٹیں اٹھا!"

سورج کی تیز دھوپ ایک زیر تعمیر عمارت پر پڑ رہی تھی۔ عمارت کے اردگرد اینٹوں کا ڈھیر، بجری اور سیمنٹ کا پہاڑ بنا ہوا تھا۔ سیمنٹ گھولنے والی اور طرح طرح کی مشینیں عمارت کو تعمیر کرنے میں اپنا کردار پیش کر رہی تھی۔

ان سب میں ایک مزدور جو سب سے اوپری منزل میں تھا سب سے نیچے کھڑے سلیم کو سامان لانے کا کہنے لگا۔

www.novelsclubb.com

سلیم پر اگر غور کرو تو اس کا لباس، چہرہ اور پورا جسم مٹی سے اٹا ہوا تھا۔

لال رنگ کا رومال اس نے اپنے سر پر باندھا ہوا تھا۔ تیز دھوپ میں اس کا جسم پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔ اس کی قمیض بھی پسینے سے گیلی ہونے کی وجہ سے کمر سے چپک گئی تھی۔ سلیم اینٹوں کا ڈھیر ایک کندھے میں ڈالے اوپری منزل پر جا رہا تھا۔

سیمنٹ سے بنی سیڑھیاں جو اس وقت اتنی ٹیڑھی تھی کہ گر جانے کا بھی خدشہ تھا ان پر سلیم آرام سے چڑھ رہا تھا۔

مطلوبہ جگہ پر پہنچ کر اس نے اینٹیں رکھ دی۔ وہ واپس جانے لگا تبھی ٹھیکے دار نے کھانے کے وقفے کا اعلان کر دیا۔ آدھے مزدور کھانا لینے کے لیے جانے لگے۔ سلیم واپس عمارت کے نیچے اتر آیا۔ وہ عمارت سے باہر نکلا جب اسے پیچھے سے آواز آئی۔

www.novelsclubb.com

"اے سلیم تو نہیں جا رہا کھانا لینے؟" ایک ادھیڑ عمر مزدور نے پوچھا۔

"نہیں! میرا روزہ ہے۔" یہ کہہ کر سلیم اپنے ایک بیگ کی طرف جانے لگا۔

"جھلیا! اس گرمی میں تو نے روزہ رکھ لیا۔" ادھیڑ عمر مزدور نے ملامت کی۔

"چچا! روزہ تو فرض ہے۔ اب گرمی سردی کہاں دیکھا جاتا ہے اس میں۔ تجھے بھی رکھنا چاہیے تھا۔" سلیم اپنے خستہ سے بیگ کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اس بیگ کی حالت اس قدر خستہ تھی کہ اس کے رنگ کا تعین کرنا بھی مشکل تھا۔ سلیم اسی میں ہاتھ ڈالنے لگ گیا۔

"اب بندہ روزی دیکھے یا عبادت! اب اس گرمی میں میں روزہ رکھ لیتا تو ابھی اس وقت تم مجھے کام کرتے ہوئے دیکھنے کی بجائے ہسپتال کے بیڈ پر لیٹا دیکھتے!"

سلیم نے ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اپنی جالی دار ٹوپی نکال کر وہ مسجد کی جانب جانے لگا۔

مسجد جانے میں کن از کم دس پندرہ منٹ تو لگنے ہی تھے۔ وہ سڑک کے موڑ کاٹتے گلیوں میں گھس گیا تھا مگر ابھی بھی اسے بہت چلنا تھا۔ گلیوں سے گزرتے ہوئے اس نے ایک حسرت بھری نگاہ ان بچوں پر ڈالی جو بغیر کسی فکر کے اتنی تیز دھوپ میں بھی کرکٹ کھیلنے میں مشغول تھے۔ زندگی ہو تو ایسی!

بچوں کے پاس سے گزر جانے کے بعد جب اس کا دھیان اپنے آپ پر پڑا تو اسے نقاہت محسوس ہونے لگی۔ گلہ سوکھ کر کانٹا ہوا ہوا تھا۔ ابھی چھ سات گھنٹے باقی تھے۔ جسم خاصا تھکن کا شکار تھا مگر ابھی وہ آرام بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اگر آرام

کر لیتا تو آج کے دن کی مزدوری کی اجرت چلی جاتی۔

حالانکہ سلیم کو اس کی بیوی رضیہ نے منع بھی کیا تھا وہ روزہ نہ رکھے۔ وہ جانتی تھی سلیم کا کام کتنا محنت طلب ہے۔ آدھے دن بعد ہی وہ نقاہت محسوس کرے گا اور ان دنوں جس قدر گرمی تھی اس کا شوہر پیاس سے ہی نڈھال ہو جائے گا۔ رضیہ خود تو صوم و صلوٰۃ کی بہت پابند تھی۔ اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ وہ کپڑے سینے کا کام کر کے اپنے خاوند کا ہاتھ بھی بٹاتی تھی۔ وہ جانتی تھی روزے نہ رکھنے کا مشورہ دے کر وہ خود اپنے آپ کو گنہگار کر رہی تھی مگر رضیہ اپنے شوہر کو یہ تھوڑی کہہ سکتی تھی کہ آج کام پر نہ جائے کیونکہ اس کا اور اس کے بچوں کا پیٹ ہی اس مزدوری سے بھرتا تھا۔ پیٹ کے کنویں کو بھرنے کے لیے بندے کو گناہ ثواب کہاں یاد رہتے ہیں۔

سلیم نے اس وقت تو رضیہ کی بات کو ہوا میں اڑا دیا۔اس نے سوچا تھا اس کے اندر خاصی برداشت ہے۔وہ پورا مہینہ آرام سے روزہ رکھ لے گا مگر ابھی آدھے روزے میں ہی اسے رضیہ کی کہیں باتیں سچ لگنے لگ گئی تھیں۔

آج پہلا روزہ تھا ابھی پورا مہینہ باقی تھا۔وہ کیسے پورے مہینے روزے مکمل رکھ پائے گا۔کام اس کی مجبوری تھا اور روزہ رکھنا رب کا حکم تھا۔اب کیا کرے؟

www.novelsclubb.com

مسجد کے راستے میں اس کے سامنے سے سرمئی رنگ کی پر تعیش گاڑی گزری۔اس گاڑی کی ونڈو کھلی تھی جس سے اے سی کا ٹھنڈا اور پر مسرت جھونکا باہر سلیم تک پہنچا۔اس ٹھنڈی ہوا سے سلیم کے بدن کو ایک لمحے کے لیے سکون ملا۔سرمئی گاڑی آگے بڑھ گئی تھی مگر سلیم کے دل میں ملال چھوڑ گئی تھی۔ سلیم

نے گاڑی کو تب تک دیکھا جب تک وہ اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھوں کی حسرت اس کے دل کے شکووں کی ترجمانی کرنے لگی۔

وہ پورا دن اس کڑکتی دھوپ میں کام کرتا رہتا تھا۔ دن کا آرام دیکھتا تھا نہ رات کا سکون۔ اس کی زندگی کا مقصد ہی صرف اپنے بچوں کے لیے حلال روزی کمانا تھا۔ دوسری طرف ایک طبقہ تھا جن کی ساری عمر بس اپنے عیش و آرام کی فکر میں گزر رہی تھی۔ وہ جو چاہتے، جیسا چاہتے، جس طرح چاہتے اپنی زندگی گزار رہے تھے۔ اس طبقے کے جسم اس قدر نازک تھے کہ تھوڑا سا سفر بھی گاڑی کے بغیر نہیں کر سکتے تھے اور گاڑی میں بیٹھے بھی ان سے موسم کا اتار چڑھاؤ برداشت نہیں ہو پاتا تھا اسی لیے اے سی اور ہیٹر ان کی گاڑیوں کا اب لازمی جزو بن گیا تھا۔

سلیم اب رب سے بدگمان ہونے لگ گیا۔ آخر ان امیروں نے ایسا کیا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کیا تھا جو انہیں اتنی پر تعیش زندگی بن مانگے مل گئی تھی اور سلیم نے ایسا کیا کیا تھا جو دن رات محنت کر کے اور رب کی عبادت کر کے بھی کچھ نہیں پا سکا تھا۔اس نے کونسا گناہ کیا تھا جو وہ اور اس کا کنبہ سکون کی چند گھڑیاں نہیں گزار سکتا تھا۔

اگر اللہ سب کو امیر نہیں بنا سکتا تھا تو کیا اللہ محنت کشوں کے لیے روزہ معاف نہیں کر سکتا تھا؟ کیا اللہ کو نہیں پتہ میں اپنے گھر کا واحد کفیل ہوں؟ اگر میں نے ایک دن کی بھی کام کی چھٹی کی تو میرے بچے اس رات بھوکے سوئے گے۔اگر ان سب مجبوریوں میں بھی میں روزہ نہ رکھوں تو گنہگار میں ہی ہو نگا۔

وہ اسی بد گمانی میں مسجد کی جانب بڑھ رہا تھا کہ ایک فقیر کی صدا سنائی دی۔

"اللہ کا کیسے شکر ادا کروں کہ اس نے ایک بار پھر مجھے رمضان دیا!"

فقیر کی بات سن کر سلیم کے قدم ٹھہر گئے۔اس نے اپنے سامنے موجود مسجد کو دیکھا اور پھر فقیر کو! فقیر گلی کی ایک کونے میں خراب سی چادر پر بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔

ظہر کی جماعت کھڑی ہونے میں ابھی وقت تھا۔ سلیم کی عادت تھی وہ ہمیشہ ظہر کی اذان سے پہلے ہی مسجد پہنچ جانا پسند کرتا تھا۔وضو کرنے کے بعد کچھ دیر تک جب تک اذان نہیں ہو جاتی تھی وہ ذکر و درود ہی پڑھتا رہتا تھا۔

ابھی بھی وہ مسجد میں جانا چاہتا تھا لیکن اس کا دل فقیر سے بات کرنے کا بھی چاہ رہا تھا۔یہ فقیر اکثر یہی بیٹھا دکھائی دیا کرتا تھا۔ہمیشہ چہرہ آسمان کی طرف

اٹھائے اپنے آپ سے باتیں کیا کرتا تھا۔ سلیم کو وہ ایسا کرتا ہوا عجیب لگتا تھا۔ اسے ہمیشہ فقیر سے ایک عجیب کشش نکلتی محسوس ہوتی تھی مگر وہ نظرانداز کر کے آگے بڑھ جاتا تھا۔ آج فقیر نظرانداز نہیں ہو پا رہا تھا یا پھر سلیم نظرانداز نہیں کر پا رہا تھا۔

اس نے چند پل ہی میں فیصلہ کر لیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا فقیر کے پاس پہنچا۔

"بابا!" سلیم نے آہستگی سے فقیر کو آواز دی۔

"ہمم!" اس کی نظریں ابھی آسمان کی جانب تھی۔ سلیم کی نظر بے ساختہ اس کے سانولے جھریوں زدہ ہاتھوں میں موجود بھوری تسبیح پر گئی جس کے دانے وہ گرائے جا رہا تھا۔ اس کے سانولے جھریوں زدہ چہرے پر سب سے زیادہ

نمایاں اس کی سفید داڑھی تھی۔اس نے اپنے بالوں کو چادر سر پر ڈالے چھپایا ہوا تھا۔وہ فقیر ایسی بے نیازی سے بیٹھا تھا کہ بعض اوقات اس پر رشک بھی آیا کرتا تھا۔

"بابا تم ابھی اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے ماہ رمضان کے ملنے پر تو؟" سلیم سے کوئی بات بن نہیں پا رہی تھی۔آخر وہ فقیر سے کیا بات پوچھے اور کس بارے میں پوچھے۔

www.novelsclubb.com

"تیرے دل میں تھوڑی دیر پہلے کوئی کھوٹ نہیں تھا۔" فقیر آسمان پر چہرہ ٹکائے بولا تو سلیم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔یہ بات تو بالکل مختلف تھی۔

"پر اب تیرے دل میں بد گمانی بس رہی ہے۔یہی تیرے دل کو کھوٹا کر دے گی اور اپنے رب سے دور لے جائے گی۔"

"میں سمجھا نہیں بابا!آپ کس بد گمانی کی بات کر رہے ہیں؟"سلیم نے نا سمجھی سے فقیر سے پوچھا۔فقیر آسمان پر چہرہ کیے ہوئے ہی مسکرایا۔

"تیرے رب سے تیری بد گمانی!وہ شکوے جو کچھ دیر پہلے تو اس کی راہ میں جاتے ہوئے اس سے کر رہا تھا۔جھلیا!"

سلیم حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔فقیر کو کیسے پتہ چلا اس کا دل کچھ دیر پہلے شکووں میں گھرا ہوا تھا۔

"تو نے سوچا اللہ کو تیری کوئی فکر نہیں ہے۔اس لیے تجھ پر دانہ پانی روکا ہوا ہے۔نادان کہیں کا!" فقیر چہرہ اوپر اٹھائے ہوئے گردن نفی میں ہلانے لگا۔

"اگر اسے تیری کوئی فکر نہ ہوتی تو تجھے اس ماہ مبارک میں روزوں کی توفیق کیوں دیتا؟ تو جو گاڑیوں والوں کو دیکھ کر ان کی قسمت پر رشک کرتا ہے کبھی سوچا تو نے، انہیں اپنے روزے کی وہ اجرت مل رہی ہو گی جو تجھے مل رہی ہے!"

www.novelsclubb.com

سلیم نے اچھنبے سے فقیر کو دیکھا۔

"تو جو گرمی میں روزے کی حالت میں اپنے اہل و عیال کے لیے اللہ کی راہ میں حلال رزق ڈھونڈتا پھرتا ہے تجھے کیا لگتا ہے اللہ کو نہیں دکھتا ہو گا؟"

فقیر نے ایک دم کے لیے سانس بھرا پھر خود ہی اپنے سوال کا جواب دیا۔

"اسے سب پتہ ہے۔ تو جو کام ابھی کرنے کا ارادہ بھی نہیں کرتا ہے
اسے اس سے بھی پہلے پتہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ تو اس وقت محنت مزدوری سے تھکا
ہوا، بھوکا پیاسا بیٹھا ہے۔ وہ انسان کے بہت قریب ہے۔ جتنا تو خود اپنے دل کو نہیں
جانتا ہے اتنا وہ تجھ کو جانتا ہے۔ وہ تیرا ظاہر باطن سب جانتا ہے اور یقین رکھ وہ اپنے
بندے کی اس حالت پر بہت خوش ہوتا ہے کہ اس کا بندہ مشکلات سہنے کے باوجود
اس کے حکم کی تعمیل کرتا رہے۔ جس سے رب راضی ہو اس سے زیادہ خوش
قسمت کون ہو سکتا ہے؟"

"ایسا خوش قسمت بندہ کیسے بنا جاتا ہے بابا؟" فقیر کے سوال کے بدلے

میں سلیم نے بھی سوال کیا۔

فقیر نے مسکراتے ہوئے سلیم کو دیکھا۔ یہ پہلی دفعہ تھا جب فقیر نے سلیم کو دیکھا تھا۔ سلیم نے فقیر کی آنکھوں میں دیکھا تو اس کی آنکھوں سرمئی رنگ کی تھیں۔ان آنکھوں میں اس قدر سحر بھرا تھا کہ سلیم مسحور ہو کر رہ گیا تھا۔

"بندہ خوش قسمت تبھی بنتا ہے جب وہ تیری طرح گرمی، سردی، دھوپ چھاؤں، روزی روٹی کی پرواکیے بغیر اپنے رب کا حکم مانے لیکن!"

فقیر ایک دم سے رکا۔اس کی مسکراہٹ پل بھر کے لیے غائب ہوئی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اگر اس سے شکوے، شکایات کا بازار دل میں گرم کر لیا جائے اور اس کی تقسیم پر سوال اٹھایا جائے تو کیا وہ اس وقت بھی بندے سے خوش رہے گا؟"

فقیر کے پوچھنے پر سلیم نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ فقیر نے سلیم کا جھکا ہوا چہرہ دیکھا تو اب نرمی سے اسے سمجھانا شروع کیا۔

"اس کی تقسیم پر سوال اٹھانے والے تو یا میں کوئی نہیں ہوتے۔ اس نے جس کو جتنا دیا اس پر ہی صبر کرنا سیکھنا چاہیے۔ یہ جو سونا، چاندی، روپیہ پیسہ تیری آنکھوں کو لبھاتا ہے یہ دولت نہیں ہے۔ دولت اگر اس دنیا میں کچھ ہے تو قناعت ہے۔ قناعت وہ ہوتی ہے جو بندہ اللہ کے دیے تھوڑے یا زیادہ دونوں پر پر سکون ہوتا ہے۔ جسے ہوس اور بے چینی نہیں ہوتی کہ مجھے یہ اتنا کیوں ملا اتنا کیوں نہیں! یہ دولت تو ڈھونڈ کیونکہ یہ دولت اگر تو پا لے گا تو تیری دنیا اور آخرت

دونوں سنور جائے گی۔"

"بابا میں شرمندہ ہوں!" سلیم نے دھیمی آواز میں اپنی ندامت کا اظہار کیا۔

"مجھ سے شرمندہ نہ ہو۔ شرمندہ ہونا ہے تو اس سے ہو جسے تیرے دل کا حال مجھ سے زیادہ پتہ ہے۔ جا رب کی حضور جھک کر اس سے معافی مانگ اور دل میں پکا تہیہ کر کہ اب اس کا حکم بس تیرے لیے حرفِ آخر ہے۔ اس میں اب تو کبھی کوئی شک نہیں کرے گا۔"

سلیم نے گردن اثبات میں ہلائی اور مسجد کی جانب بڑھ گیا۔ مسجد سے اذان کی صدا بلند ہو گئی تھی۔ مؤذن نمازیوں کو فلاح کی طرف بلا رہا تھا اور سلیم اپنی

فلاح کی جانب بڑھ رہا تھا۔ فقیر مسکراتے ہوئے سلیم کو جاتا دیکھ رہا تھا۔

"اللہ تم پر حلال روزی روٹی آسان کرے ماہ رمضان کے صدقے

سے!" فقیر کی صدا بلند ہوئی۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

اب کا منظر کچھ مختلف تھا۔ایک تاریکی میں ڈوبے کمرے کے عین درمیان میں ڈسکو بلب گھوم رہا تھا۔اس میں سے نکلتی رنگ برنگی روشنی ماحول کو بس کچھ حد تک ہی واضح کر پا رہی تھی۔ گانوں کی تیز آواز نشے میں مست نوجوانوں کو اپنے دھڑ ہلانے پر مجبور کرتی تھی۔ یہاں ارد گرد کاؤنٹر اور کچھ صوفے بھی رکھے ہوئے تھے تاکہ تشریف فرمانے والے حضرات یہاں کے خصوصی منشیات سے

مستفید ہو سکے۔ یہ ایک کلب کا منظر تھا۔

یہاں کا اندھیر رنگ برنگا ماحول ہی یہاں موجود لوگوں کی شخصیت کا خلاصہ کرتا تھا۔ ان ہی لوگوں کے ہجوم میں سے ایک شخص ہماری کہانی کا ایک اور کردار بننے جا رہا تھا۔

وہ لال رنگ کے صوفے پر بیٹھا ایک ہاتھ صوفے پر رکھے جب کہ دوسرے ہاتھ سے مشروب پکڑے نشے میں ڈوبنے کی کوشش میں مشغول تھا۔ وہ نوجوان خاصا خوش شکل تھا۔ اپنے کپڑوں اور حلیے سے وہ خاصا امیر اور "شریف" گھرانے کا معلوم ہوتا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں کو کلب کے نظاروں سے خیرہ کر رہا تھا اسی وقت ایک لڑکا اس کے پاس آیا۔

"حمزہ یار یہاں بیٹھا کیا کر رہا ہے؟ چل اٹھ ناریٹا کے ساتھ تھوڑا انجوائے تو کر لے!" اس کے دوست نے کلب میں کام کرتی لڑکی کی طرف اشارہ کیا جو خاصا شوخ لباس پہنے کچھ نوجوان مردوں کے ساتھ خاصی بے تکلفی سے بات کر رہی تھی اپنے دوست کی بات سن کر حمزہ نے سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں! بس بہت ہو گیا جو کیا وہی بہت ہے۔ تم لوگ جاؤ اور ریٹا کے ساتھ انجوائے کرو۔ میں تو ریٹا سے بور ہو گیا ہوں!"

www.novelsclubb.com

"لگتا ہے جناب کا دل اب کسی اور کلب کی لڑکی کے ساتھ لگے گا۔ ہے نا؟" اس کے دوست نے خاصے شوخ انداز میں سوال کیا تھا۔ اپنے دوست کے پوچھنے پر حمزہ نے سر اثبات میں ہلایا۔ پھر تھوڑے سے تعجب کے ساتھ اپنے دوست سے پوچھا۔

"یار تجھے نہیں لگتا آج یہاں رش تھوڑا کم ہے؟"

"ہاں یار! وہ کیا ہے آج سے رمضان شروع ہو گیا ہے۔ شاید لوگ اسی وجہ سے یہاں نہیں آرہے ہیں۔" اپنے دوست کی بات سن کر حمزہ نے ناگواری سے سر جھٹکا۔

"ہنہہ! یا تو بندہ دین میں رہ لے یا دنیا میں۔ یہ کیا بات ہوئی ایک مہینہ آیا تو سب کو اللہ یاد آگیا ورنہ پورا سال سب اپنی زندگی من موج جی رہے ہوتے ہیں۔" حمزہ کی بات سن کر اس کے دوست نے بھی اس کی تائید کی۔

"صحیح کہہ رہے ہو یار!"

"اور مجھے یہ بھی سمجھ نہیں آتا یہ لوگ ہوتے کون ہیں جو مذہب کے پیچھے اتنے دیوانے ہوتے ہیں کہ ساری زندگی ایسی انجوائے منٹ سے دور ہوتے ہیں۔" حمزہ کا اشارہ کلب کے ماحول پر تھا۔ "ساری زندگی اللہ رسول کرتے کرتے ان کی زندگیاں گزر جاتی ہے اور پھر ایک دن قبر میں اتر جاتے ہیں۔ عجیب!"

"ہم بھی تو یار ویسے مسلمان ہیں لیکن دیکھ ہم نے کبھی اپنے مذہب کو اپنے سر پر کبھی اتنا حاوی کیا ہے۔ جس طرح کے لوگوں کی بات تو کر رہا ہے نا یہ دراصل عقل سے پیدل لوگ ہی ہوتے ہیں یا پھر دقیانوس ہوتے ہیں۔ وہ پتھروں کے زمانے کی باتوں کو آج کی نئی دنیا میں ڈال رہے ہوتے ہیں۔ اب دیکھ یہی سوچ کہ اس پورے مہینے میں اسلام کہتا ہے کہ سارا دن بھوکا پیاسا رہو۔ اس میں کوئی لاجک دکھائی دیتی ہے لیکن نامی گرامی مسلمان اس کو پورا کرنے کے لیے سر پر

www.novelsclubb.com

دوڑے چلے جاتے ہیں۔"

"صحیح کہہ رہا ہے تو! اگر ڈیڈی کو اس ملک میں اپنی ساکھ قائم نہ رکھنی ہوتی تو ہماری فیملی کب کا اسلام چھوڑ دیتی۔" حمزہ نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہمم! اب تو بس مجھے عید کا انتظار ہے۔ اب تو عید پر ہی کلبز کی رونقیں بحال ہونگی۔"

www.novelsclubb.com

"امم ہمم! بحال نہیں ہونگی بلکہ چار چاند پر ہونگی۔" حمزہ نے اپنے دوست کی تصیح کی جس پر وہ دونوں قہقہے لگا کر ہنس دیے۔ ان دونوں قہقہے معنی خیز تھے۔

دونوں اس وقت بدترین جانور بنے دکھائی دے رہے تھے جو حق کی بات نہ سن سکتے ہے اور نہ مان سکتے ہے۔خدا جانے ان لوگوں کو ہدایت ملنی بھی تھی یا یہ لوگ یونہی ساری عمر اسی جہالت میں زندگی گزار دینے والے تھے۔

اللہ ان کو ہدایت کا رستہ دے ماہِ رمضان کے صدقے سے!

٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥

www.novelsclubb.com

"اللہ اکبر! اللہ اکبر!"

یہ منظر ہے ایک ویران جنگل کا۔دور دور تک یہاں کوئی آدم زاد دکھائی نہیں دیتا تھا سوائے ایک کھلے سے علاقے میں لگے خیموں کے باہر نکلے کچھ

نوجوانوں کے۔

ان خیموں کے باہر ایک بڑا سا دستر خوان لگایا گیا تھا جس کے ارد گرد
خاکی وردی پہنے کچھ لوگ سر جھکائے اذان کا جواب دے رہے تھے۔ دستر اخوان پر
آپ کو ہر شخص کے سامنے بس ایک گلاس پانی اور چند کھجوریں دکھائی دیں گی۔
ایک بڑے ستون پر کھڑا شخص اپنے سامنے لگے خیموں کی طرف نگاہیں کرے
اذان دینے میں مصروف تھا۔اذان دینے کے بعد مؤذن بھی دستر خوان پر بیٹھ گیا
اور ان سے سب نے مل کر کھجوریں کھانا شروع کر دی۔ان سب نوجوانوں نے
روزہ کھولنے کے لیے چند گھونٹ پانی پی لیا تھا۔اذان کے احترام میں یہ لوگ مزید
کھانے سے باز رہے تھے۔اب وہ سب اپنے جسم کے ایندھن کو اندر پہنچا رہے
تھے۔

کھجوریں کھا لینے کے بعد سب کھڑے ہوئے اور صفیں بنا کر مغرب کی نماز باجماعت ادا کرنے لگ گئے۔ نماز کے بعد سب اپنے خیموں میں چلے گئے۔

چھ نوجوان فوجیوں کا تعاقب کرتے ہوئے اگر ہم ایک خیمے میں ان کے ساتھ آئیں تو وہ ہمیں خیمیں کے اندر بیٹھتے دکھائی دیں گے۔ان میں سے پانچ افراد ایک ساتھ بیٹھ کر باتوں میں مشغول تھے۔ان کی باتوں کا زیادہ تر حصہ کل کی لائحہ عمل پر مبنی تھا کہ کس طرح وہ لوگ کونسی حکمت عملی بنا کر دہشتگردوں کے علاقے میں داخل ہونگے جو ان کی اطلاعات کے مطابق اسی جنگل میں بنے ہوئے تھے۔

وہ لوگ انہی باتوں میں مصروف تھے کہ انہی میں سے ایک نے اپنے چھٹے ساتھی کو ہر ایک سے جدا بیٹھا دیکھا۔وہ نامحسوس انداز میں اپنے باقی ساتھیوں

سے ہٹ کر اپنے تنہا بیٹھے ساتھی کے پاس پہنچ گیا۔

"کیا ہوا علی اداس کیوں ہو؟" فراز کے پوچھنے پر علی کے چہرے پر سگوار مسکراہٹ پھیلی۔

"نہیں اداس تو نہیں ہوں بس آج افطار کے وقت کسی کی یاد آگئی!"

فراز سمجھ گیا معاملہ کیا تھا۔

"میں جانتا ہوں تجھے تیرے خاندان کی یاد آرہی ہے لیکن یہ بھی تو دیکھ ہم بھی تو اپنے گھروں سے کتنا دور ہے!" فراز نے اسے حوصلہ دلانا چاہا مگر یہ بات علی کے دل میں ایک چبھن پیدا کر گئی۔

"تم لوگوں کا خاندان ابھی زندہ ہے۔ تمہیں پتہ ہے اگر تمہاری جان اس معرکے میں بچ گئی اور تم اپنے گھروں میں گئے تو تمہارے گھر والے تمہارا گرم جوشی سے استقبال کریں گے۔ ابھی بھی تمہارے گھر والے تمہارے انتظار میں بیٹھے ہیں لیکن میں!" علی نے اپنے سینے پر انگلی رکھی۔

"میرے لیے تو ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں تو کوئی میرے استقبال میں پھول بچھائے نہیں بیٹھا ہوگا۔ میں اگر راہ خدا میں شہید ہو جاؤں تو کسی کے بھی آنکھوں میں کوئی آنسو نہیں ہوگا۔ یہاں موجود ہر کسی کی قسمت ایک جیسی نہیں ہے فراز!"

فراز اس کی بات سن کر خاموش ہو گیا تھا۔ وہ جان گیا تھا علی ابھی جذباتی ہو رہا ہے اور جذباتی انسان سے بحث کرنا اس انسان سے رشتہ کئی بار توڑ ڈالتا

ہے۔

علی نے خیمے کی دیوار سے سر ٹکا لیا اور اپنی آنکھیں موند لیں۔

"تم جانتے ہو فراز جب میں چھوٹا تھا تو ہمارے گھر میں رمضان کا کس طرح اہتمام کیا جاتا تھا؟"

علی ایک پل کے لیے رکا۔ فراز نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ جانتا تھا اس سوال کا جواب علی نے خود ہی دینا تھا۔

"ہمارے گھر میں سحری تک کوئی نہیں سوتا تھا۔ ان دنوں اسکول سے بھی چھٹیاں ہوتی تھیں۔ میں اپنی بہنوں کے ساتھ آرام سے ساری رات کھیلا کرتا

تھا۔ابو رات دیر سے کام کر کے گھر آتے تھے۔امی کہتی تھی رمضان میں اللہ انسان کا رزق بڑھا دیتا ہے۔مجھے اس کا یقین ہمیشہ ابو کو رات دیر سے کام کر کے گھر آتے ہوتا تھا۔یوں تو ابو ہمیشہ رات کے نو بجے گھر آجایا کرتے تھے مگر رمضان میں ابو رات کے دو، تین بجے گھر آیا کرتے تھے میری امی رمضان کی راتوں میں خصوصی قیام کرتی تھی۔ تمہیں پتہ ہے میں نے جب بھی انہیں دعا کرتے سنا تو کیا سنا؟ وہ ہمیشہ دعا کرتی تھی اللہ علی یعنی مجھے بہت لمبی عمر دے۔میں ایک عظیم انسان بنوں اور ان کا نام اتنا روشن کروں کہ تا قیامت ان کا نام عظیم لوگوں کے ماں باپ کی فہرست میں قائم رہے۔"

"میں ماں کا اکلوتا بیٹا تھا۔شاید اسی لیے میری امی کو مجھ سے امیدیں زیادہ تھیں۔اس وقت مجھے لگتا تھا امی زیادہ ہی جذباتی ہو کر دعائیں کرتی ہیں لیکن پھر مجھے یقین ہو گیا۔جب میرے امی، ابو اور بہنیں ایک دن حادثے میں موت کی

گھاٹ اتر گئے۔"

علی کے چہرے پر کرب اتر آیا۔

"تم جانتے ہو میں اس وقت ان ہی لوگوں کے ساتھ شاپنگ مال میں تھا۔میں اپنے ابو سے کھلونے کی ضد کر رہا تھا۔میرے ابو کے پاس شاید اس وقت پیسے نہیں تھے اس لیے وہ مجھے وہ کھلونا لے کر نہیں دے رہے تھے اور بہلا رہے تھے۔میری امی اور بہنوں نے بھی مجھے کسی طرح کھلونے کی ضد چھڑوانے کی کوشش کی مگر میں ڈھیٹ ہو گیا اور ان سے ناراض ہو کر بھاگتا ہوا شاپنگ مال سے باہر نکل گیا۔میرے ابو نے مجھے پیچھے سے بہت آوازیں دیں کہ میں رک جاؤں مگر میں رکا نہیں اور شاپنگ مال سے باہر نکل گیا۔میں شاپنگ مال سے باہر آیا اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو مجھے میرا خاندان مال کی ایگزٹ کی جانب ہی بڑھتا دکھائی دیا۔میں منہ

پھلائے انہیں آتا ہی دیکھ رہا تھا کہ ایک دم سے مال میں دھماکہ ہوا۔ دھماکے کی آواز اس قدر زیادہ تھی فراز کہ کچھ پل کے لیے مجھے ایسا لگا ساری دنیا بے آواز ہو گئی ہے۔ میری سننے کی حس اس وقت تمام حسیات پر حاوی تھی۔ پھر اہستہ آہستہ مجھے محسوس ہونے لگا کہ میری جلد کہیں سے جل رہی ہے یا جل چکی ہے۔ میں نے اپنے آپ کو زمین پر گرا ہوا پایا۔ ارد گرد میں نے نظر دوڑائی تو اب میرے ارد گرد بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ لوگ بھاگ بھاگ کر مال کی طرف جا رہے تھے۔ چیخوں پکار اور بین کی آوازیں سر اٹھانے لگ گئی تھی۔ مجھے کسی راہگیر نے اٹھایا۔ میں نے شاپنگ مال کی جانب دیکھا تو ساکت ہو گیا۔ ابھی کچھ دیر پہلے جو ایک شاندار شاپنگ مال کی عمارت میرے سامنے تھی جس میں میں گھوم کر آیا تھا اب وہ بس ملبے کا ڈھیر بنی ہوئی تھی۔ یہ کیا ہوا اور کیسے ہوا؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی۔ اس کے بعد جو سب سے پہلا خیال میرے ذہن میں آیا وہ میرے گھر والوں کا تھا۔"

"وہ کہاں تھے؟ وہ تو میرے پاس مجھے منانے آرہے تھے تو اب تک کیوں نہیں آئیں؟ میں اسی کشمکش میں مبتلا اس مال کے ملبے کے پاس آیا۔ مجھے وہاں بس اینٹیں، پتھر، ٹوٹے کانچ اور اسی طرح کی چیزیں دکھائی دے رہی تھیں۔ میرے ارد گرد موجود لوگ بھی شاید اپنے پیاروں اور عزیزوں کو ڈھونڈنے میں مشغول تھے۔ میں بھی اپنے گھر والوں کو ڈھونڈ رہا تھا کہ تبھی مجھے۔۔۔۔"

علی نے اپنی آنکھیں سختی سے میچ لیں۔ ایسا لگتا تھا حادثہ دوبارہ اس کی آنکھوں کے سامنے دہرایا جا رہا تھا۔

"ایک بڑے پتھر کے نیچے سے ایک ہاتھ نکلا ہوا دکھائی دیا۔ میں آگے بڑھ جاتا اگر میں اس ہاتھ میں پہنی اس انگوٹھی کو نہ ڈھونڈ لیتا!"

علی نے اپنا ایک ہاتھ اوپر اٹھایا۔ فراز نے دیکھا اس کے الٹے ہاتھ کی انگلی میں چاندی کی ایک انگوٹھی تھی جس میں فیروزی رنگ کا پتھر نصب تھا۔

"یہ انگھوٹھی میرے ابو پہنا کرتے تھے۔ میں اس انگوٹھی کو دور سے دیکھنے پر ہی پہچان گیا تھا۔ میں بھاگتا ہوا اس پتھر کے پاس آیا اور اسے ہاتھ کے اوپر سے ہٹانے لگا۔ مجھے لگا تھا نیچے سے میرے ابو ضرور نکل جائیں گے۔ وہ یقیناً زندہ ہونگے۔ تھوڑے سے زخمی ضرور ہونگے کیونکہ وہ اتنے بڑے پتھر کے نیچے موجود ہے نا۔ میں اسی خوش فہمی میں پتھر کھسکاتا رہا۔ جیسے ہی پتھر اس ہاتھ کے اوپر سے ہٹا تو سامنے موجود منظر دیکھ کر میری چیخ نکل گئی۔"

"میں نے دیکھا پتھر کے نیچے بس میرے ابو کا سر، سینہ اور الٹا ہاتھ تھا۔ باقی کا جسم کہاں گیا، کچھ معلوم نہیں تھا۔ شاید دھماکے کی وجہ سے باقی کا جسم اچھل

کر کسی اور جانب چلا گیا تھا لیکن اس وقت مجھے اس کا خیال نہیں تھا۔اس وقت تو میری خوش فہمی دور ہوئی تھی کہ ابو زندہ ہونگے۔اس کے بعد کب، کیا، کیسے ہوا مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔اس کے بعد کے مناظر بکھرے ہوئے ہیں۔میں کبھی دیکھتا ہوں ریسکیو ٹیم مجھے میرے بابا کے ہاتھ جس سے میں اس وقت لپٹا ہوا تھا، ہٹا رہی تھیں۔اس کے بعد میں ہسپتال میں موجود ہوں اور میرے پیچھے میرے چچا کھڑے میری کمر سہلا کر مجھے حوصلہ دے رہے ہیں۔پھر میں اپنے آپ کو چچا کے گھر دیکھتا ہوں۔میرے سامنے پانچ جنازے رکھیں تھے۔بابا، ماما اور میری تینوں بہنیں!"

"ان سب کے جسم ایک ساتھ جڑے ہوئے نہیں تھے بلکہ جسم کے اعضاء ادھر ادھر پھیل گئے تھے۔ہر ایک فرد کے جسم سے کوئی نہ کوئی عضو غائب تھا۔میری چچی عورتوں کو لاشوں کا چہرہ خراب حالت میں ہونے کی وجہ سے نہیں

دکھا رہی تھی۔ تم جانتے ہو فراز میں کبھی زندگی میں وہ دن نہیں بھول پاؤں گا۔"

علی کی آنکھیں ان سب باتوں میں پہلی دفعہ بھیگی تھیں۔

"تم جانتے ہو میری زندگی میں پھر کبھی ویسے رمضان نہیں آئے جن میں میں روزہ رکھا کرتا تھا تو امی مجھے سحری میں پراٹھے اپنے ہاتھوں سے کھلا رہی ہوتی تھیں، میری زندگی ویسی پر رونق افطاری کبھی نہیں ہو پائی جیسے میرے گھر والوں کی زندگی میں ہوا کرتی تھی۔ رمضان کا مہینہ جب بھی آیا اس نے مجھے میرے گھر والوں کی یاد ہمیشہ، ہر وقت دلائی۔ آخر قصور کیا تھا میرے خاندان کا جس کے لیے انہیں اتنی دردناک موت ملی؟ آخر قصور کیا تھا میرا جو مجھے ان کی یاد میں تڑپنے کے لیے تنہا چھوڑ دیا گیا۔"

علی کی آواز اب نم اور بھاری ہوتی جارہی تھی۔اس نے بہت مشکل نے آنسوؤں کے اس بند کو باندھا ہوا تھا جو آنکھوں سے نکلنے کے لیے تیار تھا۔

"کیا ان دہشتگردوں کو یہ حق ملا ہے کہ کسی ہنستے بستے خوش حال گھرانے کو یوں منٹوں میں تباہ کرڈالے؟ یہ کون ہوتے ہیں دوسروں کو زندگی یا موت دینے والے؟ کسی کو اپنے پیاروں کی بس یادیں تھما دینے والے؟ شاید یہ بھول گئے ہیں کہ ان پر بھی ایک ہستی موجود ہے جو ان کے ظلم و ستم کو نا صرف دیکھ رہی ہے بلکہ اس وقت ان کی رسی ڈھیلی کررہی ہے تاکہ جب یہ ظالم بالکل اندھیرے میں ڈوب جائیں تب ان کی ڈھیلی رسی کھینچ لے۔"

"میں فوج میں بھی اسی لیے آیا تھا کہ ایسے لوگوں کو ان کی اوقات یاد دلا سکوں۔انہیں بتا سکوں کہ جن ہستے بستے گھروں میں تم کچھ معصوم لوگوں کو پل

پل تڑپنے کے لیے زندہ چھوڑ دیتے ہو وہی تم پر عتاب بن کر نازل ہو سکتے ہیں۔

فوج میں داخل ہوتے ہی میں نے عزم کیا تھا میں کسی بھی دہشتگرد کو نہیں چھوڑوں گا جو روز کسی علی سے اس کا خاندان چھینتا یا چھیننے کی کوشش کرتا ہے۔"

علی کے انداز میں عزم تھا۔ فراز اس سے کچھ کہہ پاتا اسی وقت انہیں اس مشن کے ہیڈ نے بلا لیا۔ علی اپنی آنکھوں میں موجود نمی کو رگڑتا ہوا باہر چلا گیا۔

یہ وہ لوگ تھے جن کی عظمت اس قدر تھی کہ اگر لڑے تو غازی ہوتے تھے اور اگر ڈھا دیے جائیں تو شہید کہلاتے تھے۔ جو اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے ہمیں آزاد ہوا میں سانس لینے کا موقع دیتے ہیں اللہ ان پر اپنی کروڑوں رحمتیں بخشے ماہ رمضان کے صدقے سے!

www.novelsclubb.com

****

حلیمہ کو ہمیشہ سے ہی لو لگی رہی تھی کہ وہ ایک بار کعبہ کی زیارت کرے۔اس کی یہ خواہش لاشعوری طور پر اس کے دل میں بیٹھی تھی۔اس خواہش کو اس کے اندر ڈالنے میں ایک بہت بڑا ہاتھ اس کی ماں کا تھا۔اس نے ہمیشہ اپنی ماں کو تڑپتے ہوئے رب سے اس کے مبارک گھر کی زیارت مانگی تھی۔ بچپن میں وہ جب بھی محلے اور رشتہ داروں کے گھر میں ہوتی میلاد میں جاتی تو ہمیشہ عورتوں کو خانہ کعبہ کی زیارت کی دعائیں مانگتے ہوئے زار و قطار روتا دیکھتی۔اس کے دل میں بھی یہی تجسس تھا کہ آخر لوگ رو رو کر اس در پر جانے کی دعائیں کیوں مانگتے ہیں۔

یہی تجسس آہستہ آہستہ خواہش میں بدل گیا تھا۔اس کے گھر جب بھی کوئی حاجی آتا تھا اور اس کی ماں کو کھجور اور زم زم شریف دیتا تھا تو ماں اس تبرک کو

چوم چوم کر اپنے سینے سے لگاتی تھی۔ماں کی یہ خواہش اس کی زندگی میں پوری نہیں ہو پائی تھی۔

لیکن ماں کے جانے کے بعد حلیمہ کے دل میں یہ خواہش اور زور پکڑ چکی تھی۔وہ زندگی میں ایک بار خانہ کعبہ دیکھنا چاہتی تھی۔وہ جاننا چاہتی تھی ماں کو اس گھر کو دیکھنے کی اتنی تڑپ آخر کیوں تھی۔

اپنی زندگی کے تیس سال گزار لینے کے بعد آخر کار اللہ نے حلیمہ اور اس کے شوہر کو اپنے در پر بلا ہی لیا تھا۔بلایا بھی اس مہینے میں جس مہینے میں لوگ رو رو کر اس در میں جانے کی دعائیں کرتے تھے۔

اس وقت وہ سیاہ رنگ کا برقع پہنے خانہ کعبہ کے بالکل سامنے کھڑی

www.novelsclubb.com

تھی۔اسے لگتا تھا کہ ساری دنیا رک گئی تھی۔کچھ دیر پہلے جو سفر کی تھکن سے نڈھال ہو رہی تھی۔وہ تھکن ایسے غائب ہوئی جیسے وہ کبھی اس نے محسوس ہی نہ کی ہو۔اسے اب نہ اپنا آپ یاد رہا تھا،نہ اپنے پیچھے سفید چادر میں لپٹا اپنا شوہر یاد رہا تھا، نہ اپنے وہ بچیں جو وہ پاکستان میں اپنی بہن کے پاس چھوڑ کر آئی تھی اور نہ ہی وہ دعائیں جو اس کے گھر والوں،رشتے داروں اور محلے والوں نے اس کو ان کے لیے کرنے کی ہدایت کی تھی۔

وہ اس عمارت کو ہی دیکھی جا رہی تھی جو کالے غلاف میں ڈھکی ہوئی تھی۔آسمان کی غروب آفتاب کے وقت ہوتی مدھم روشنی اور رمضان میں روزے کی حالت میں اس در کے سامنے کھڑا ہونا حلیمہ پر رقعت طاری کر رہا تھا۔ حلیمہ کے کانوں میں میلاد میں پڑھے جانے والے کلام کی ایک سطر بار بار گونج رہی تھی۔

"کعبے پر پڑی جب پہلی نظر، کیا چیز کے دنیا بھول گیا"

اور واقعی میں وہ اپنی دنیا بھول گئی تھی، وہ اس وقت اپنی نیکی گناہ ثواب سب بھول بیٹھی تھی۔ یاد تھا تو بس یہ کہ وہ اس وقت کعبے کے سامنے کھڑی ہے۔ دکھائی دیتا تھا تو بس وہ غلافِ کعبہ، کچھ سنائی دیتا تھا تو مغرب کی اذانوں کی آواز!

اس کا شوہر اسے بلا رہا تھا کیوں؟ وہ اس وقت یہ وجہ جاننا نہیں چاہتی تھی۔ وہ بس اس وقت آگے بڑھ کر غلاف کعبہ کو تھامنا چاہتی تھی۔ اس کے قدم آگے بڑھنے لگے تھے۔ ایک، دو تین!

اس کے اور اس گھر کے درمیان فاصلہ سمٹتا جا رہا تھا۔ وہ کعبہ کے مزید

قریب آتی جا رہی تھی۔اب وہ کعبہ کے بالکل قریب موجود تھی۔اس نے غلافِ کعبہ تھام لیا۔وہ سوچنا چاہتی تھی کہ اس نے اس وقت کے لیے کون کون سی دعائیں یاد کر کے رکھی ہوئی تھی لیکن ایک بھی دعا اسے یاد نہیں آرہی تھی۔اس سامنے موجود منظر اب دھندلا ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔اس کے گال گیلے محسوس ہونے لگے تھے۔مگر وہ پھر بھی بس کعبہ کو دیکھنا چاہتی تھی۔

وہ اس عظیم گھر کے منظر میں اس قدر کھو گئی تھی کہ اس کے شوہر کو اس کو کندھا ہلا کر حال میں لانا پڑا تھا۔

"حلیمہ!!"اس کے شوہر نے اس کا نام کافی کھینچ کر پکارا تھا۔

"جی!"حیلمہ نے مڑ کر احرام کی حالت میں موجود اپنے شوہر کو دیکھا۔

"روزہ کھل گیا۔آؤ افطاری کرے۔افطار میں دیر کرنا روزے کو مکروہ کر دیتا ہے۔"اس کا شوہر ہاتھ پکڑ کر اسے اس گھر سے دور لے کر جا رہا تھا۔حلیمہ بغیر مزاحمت کے اس کے ساتھ چلتی جا رہی تھی مگر اس کا چہرہ ابھی بھی خانہ کعبہ کے رخ پر تھا۔

اسے ایک دم زیارتِ کعبہ میں تڑپتی اپنی ماں یاد آگئی اور ایک دم اس کی آنکھیں دوبارہ بھگنے لگیں۔واقی میں یہ جگہ اس قابل تھی کہ لوگ اس کی زیارت کے لیے تڑپے،اس در پر ہی اپنی زندگی گزار دے۔جانے اب وہ کیسے واپس پاکستان جا پائے گی۔اس کا دل تو اسی منظر میں اللہ کے گھر میں ہی رہ گیا تھا۔

"یا اللہ تیرا شکر تو نے مجھے تیرے مقدس مہینے میں اپنے پار در کی

زیارت کروائی۔اللہ میری تجھ سے دعا ہے تو ہر اس انسان کو اپنے گھر کی زیادت کروا جس کے دل میں اس گھر کو دیکھنے کی بالکل میری ماں جیسی تڑپ ہے۔میری دعا قبول فرما ماہ رمضان کے صدقے سے!"

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

ہر طرف اندھیرا تھا، صبح صادق ہونے سے کچھ دیر قبل آسمان میں چھایا ہوا اندھیرا!

یہ منظر ہے خانہ بدوشوں کی ان بستیوں کا جنھوں نے خیمے لگا کر اپنی رہائش کا سامان رکھا ہوا تھا۔ صحیح حالت میں موجود خیمے بس کچھ ہی لوگوں کے پاس تھے۔زیادہ تر لوگوں نے مختلف کپڑوں اور ڈنڈوں کی مدد سے اپنے خیمے خود بنائے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہوئے تھے۔

ایسے ہی ایک خیمے میں اگر ہم داخل ہو تو اس خیمے بمشکل دو لوگوں کے سونے کی جگہ تھی۔اس میں ایک مرد اور عورت ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔دونوں کے سامنے تھال میں دو سوکھی روٹیاں پڑی تھیں جسے وہ اپنے سامنے موجود مٹی کی پیالی میں موجود پانی میں بھگو بھگو کر کھا رہا تھا۔

"اللہ کی شان جو اس نے کھانا دیا!"ادھیڑ عمر مرد نے کھانا کھاتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر رب کا شکر ادا کیا۔

"بشیر یہ ہماری سوکھی روٹی کے ساتھ دوسری سحری ہے۔"اس کے سامنے موجود ادھیڑ عمر عورت نے اسے یاد دلایا۔

"صفیہ! اللہ کا شکر ادا کر اس نے روٹی دے دی۔" بشیر نے بھی اسے یاد دلاتے ہوئے کہا۔

"میں تو اللہ کا شکر ادا کر رہی ہوں مگر ساتھ تجھے عقل بھی دینی ہے۔ اگر کل شام وہ گاڑی والا راشن لے کر آ گیا تھا تو تو نے راشن کیوں نہیں لیا؟ چل تجھے تو شرم آ رہی ہو گی مگر تو نے مجھے بھی وہاں جانے سے کیوں منع کر دیا؟" صفیہ نے وہ شکوہ کر ہی دیا جو وہ کل شام سے کر دینا چاہتی تھی۔

"تو تو نے دیکھا نہیں اس گاڑی والے کے ساتھ وہ ہاتھ میں ڈبہ پکڑے کتنے لوگ تھے۔ بستی میں جس جس نے راشن لیا وہ اس ڈبے سے گاڑی والے اور راشن لینے والے کی فاٹو بنا رہے تھے۔ میں نے تو سنا تھا وہ اس فاٹو کو اخبار، ٹی وی اور

جانے کہاں کہاں چھپوائے گے۔اب تو بتا میں تیری فاٹو بنوانے تجھے وہاں بھیج سکتا تھا۔"

"چل میں نہیں تو تو خود چلا جاتا؟"صفیہ ابھی تک بضد تھی۔

"میں چلا تو جاتا لیکن تو نے دیکھا نہیں تھا اس گاڑی والے کی گردن میں کیسا سریہ تھا؟ وہ جب کھانا دے رہا تھا تو ایسا لگ رہا تھا اگر وہ ہمیں کھانا نہ دیتا تو اللہ معافی رب سوہنا ہمیں کھانا ہی نہ دیتا۔اس کے اندر اکڑ تھی۔میں اس سے اگر کھانا لے لیتا تو اس کا یقین بڑھا دیتا کہ میں اس کے کھانے کا محتاج ہوں۔اس گاڑی والے کے ترنوالے سے میری سوکھی روٹی ہی چنگی ہے۔"

بشیر داناؤں جیسی باتیں کر رہا تھا۔وہ ایسی باتیں بہت کم کیا کرتا تھا مگر

جب بھی کرتا تھا صفیہ کو حق لگتی محسوس ہوتی تھی۔اس لیے صفیہ خاموش ہو گئی تھی مگر اس کے دل میں ملال ابھی تک تھا۔

"کاش اللہ کے بندے لوگوں کی مدد کرتے ہوئے یوں احسان نہ کیا کرے! کیا جاتا اگر وہ گاڑی والا یوں دکھاوے کی بجائے واقعی میں ہماری مدد کرتا۔ کم از کم ہمارے لیے کل اور آج کا راشن تو آ ہی جاتا۔"

ابھی صفیہ اسی سوچ میں گم تھی کہ باہر سے کسی نے آواز لگائی۔

"کیا بشیر اور صفیہ یہی رہتے ہیں؟" یہ آواز سن کر بشیر اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور باہر چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد بشیر ہاتھوں میں آٹے کی بوری اور اناج کے دیگر تھیلے اٹھائے واپس آیا۔

"دیکھ صفیہ اللہ نے تیری سن لی!"

بشیر کی پرجوش آواز پر جب صفیہ نے اس کی جانب دیکھا تو وہ بھی حیران ہو گئی۔

"ہائے اللہ یہ کہاں سے آئے؟"صفیہ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"اسی رب نے بھجوائیں ہیں جس سے ابھی تو کچھ دیر پہلے شکوہ کر رہی تھی۔"بشیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

www.novelsclubb.com

"ہیں؟"صفیہ نے ناسمجھی سے بشیر کو دیکھا۔

"ہاں باہر ایک اللہ کا بندہ آیا تھا اپنے ہاتھ میں یہ سامان لیے مجھ سے پوچھنے لگا کیا آپ بشیر ہو؟ میں نے ہاں کہا تو اس نے یہ سارا سامان میرے ہاتھ میں پکڑا دیا۔میں نے کہا یہ سب کس نے بھجوایا؟ تو اس نے کہا اسی رب نے بھجوایا جس نے یہ سب مجھے عطا کیا تھا۔بس اتنا کہہ کر وہ اللہ کا بندہ دور کھڑی گاڑی کی جانب بڑھ گیا اور اسے چلا کر واپس چلا گیا۔"

www.novelsclubb.com

صفیہ ہونقوں کی طرح بشیر کا چہرہ دیکھ رہی تھی جبکہ بشیر صفیہ کی جانب دیکھے بنا راشن پر غور کر رہا تھا۔

"دیکھ صفیہ! یہ تو پورے رمضان چل جائے گا۔وہ گاڑی والا تو بس دو

دن کا راشن دے رہا تھا اور اس پر ہی اکڑ رہا تھا مگر دیکھ رب سوہنے کا کمال! وہ جان گیا میں نے اس کے توکل پر اس مغرور شخص سے کھانا نہیں لیا تو خدا نے ہمیں پورے مہینے کا راشن ایک ایسے شخص کو دیا جو رات کے اندھیرے میں چھپ کر ہمیں یہ راشن دینے آیا اور راشن دیتے ہوئے بھی اس کا لہجہ ایسا تھا جیسے اس کا مجھ پر نہیں بلکہ میرا اس پر کوئی احسان ہے۔ دیکھ یہ ہے میرے رب کی شان! میرے رب کی شان!"

بشیر نے جیسے ہی راشن زمین پر رکھا صفیہ اٹھی اور اس میں موجود سامان نکال کر دیکھنے لگی جبکہ بشیر ابھی بھی اپنے رب کی حمد کر رہا تھا۔

"میرے رب کی شان! دیکھ رب نے کیسے اپنے رزق سے ہمارا گھر بھر دیا ماہِ رمضان کے صدقے سے!"

oooooooooooooooooooooooooooooo

کڑی دھوپ ایک سفید عمارت پر اتری ہوئی تھی۔اب ہم لوگ موجود ہیں ایک چھوٹے سے کلینک میں۔اس کلینک کی ہر چیز سفیدی سے نہائی لگتی تھی۔اب یہ چاہے فرش میں لگے پتھر ہو یا عمارت کو سہارا دیتی دیواریں،انتظار کرنے والے لوگوں کے لیے مختص کرسیاں ہو یا لوگوں کو انتظار کرواتی گھڑی،ریسپشن کاؤنٹر ہو یا ڈاکٹر کا کیبن۔

www.novelsclubb.com

الغرض کلینک میں ہر جگہ سفید رنگ کا ہی راج تھا۔بھولے بھٹکے سے ہی کوئی اور رنگ اس کلینک کی زینت بن پایا تھا۔اس کلینک کے اندر ہم دیکھیں تو انتظار گاہ میں اس وقت کوئی انسان دکھائی نہیں دیتا تھا۔ریسپشن میں بیٹھی لڑکی تھکی

ہاری سی کاؤنٹر پر سر رکھے اونگھ رہی تھی۔

ڈاکٹر کے کیبن کے اندر آئیں تو آپ کو تیس سالہ ظہیر گرے جینز پر نیلی شرٹ پہنے دکھائی دے گا جس کے اوپر اس نے سفید لیب کوٹ بھی سجایا ہوا تھا۔ وہ اپنی کرسی میں بیٹھا اپنے سامنے بیٹھی ایک چھوٹی سی بچی کو دیکھ رہا تھا جو اس وقت کلرنگ بک میں کلر کرنے میں مصروف تھی۔ اس کے ہاتھ میں گلابی رنگ کی کلر پینسل تھی جس سے وہ ایک لڑکی کی گھیر دار فراک میں رنگ بھر رہی تھی۔ یہ چھوٹی سی بچی ڈاکٹر ظہیر کی بیٹی تھی۔ وہ اس کی چھوٹی سی گڑیا تھی۔

"واؤ نائس فراک گڑیا!" ڈاکٹر ظہیر کے ستائشی انداز پر کہنے پر گڑیا نے چہرہ ناراضگی سے بسور لیا اور کلرنگ بک پر تھوڑا اور جھک گئی۔

"میری گڑیا مجھ سے ابھی تک ناراض ہے؟"ڈاکٹر ظہیر نے پیار سے پچکارتے ہوئے اپنی بیٹی سے پوچھا۔

"جی!"گڑیا نے سوکھے انداز میں جواب دیا۔

"اچھا تو میں اب میری پرنسس کو کیسے مناؤں؟"ڈاکٹر ظہیر نے سوچنے کی اداکاری کی۔

www.novelsclubb.com

"آپ مجھے نہ منائیں کیونکہ اب میں نہیں مانوں گی۔میں آپ سے بہت زیادہ ناراض ہوں۔آپ نے وہ کپ کیک نہیں کھائے جس پر میں نے خود اپنے ہاتھوں سے چاکلیٹ لگائی تھی۔"گڑیا نے ابھی بھی ناراض لہجے میں کہا۔کلر پینسل پھیرتے اس کے ہاتھوں کی رفتار اب کم ہوگئی تھی۔جھکا ہوا چہرہ لال دکھائی

دے رہا تھا۔

ڈاکٹر ظہیر نے پیار سے اپنی بیٹی کو دیکھا۔

"میری جان! میرا روزہ تھا۔ روزے میں، میں تمہارا کپ کیک کیسے کھا سکتا تھا۔ اگر میرا آج روزہ نہ ہوتا تو میں تمہارا کپ کیک ضرور کھاتا لیکن آئی پرامس افطار میں تمہارے کپ کیک سے ہی کروں گا۔"

www.novelsclubb.com

"تو پھر آپ نے روزہ کیوں رکھا؟ روزہ رکھ کر اگر بندہ کچھ کھا ہی نہیں سکتا ہے تو پھر سب لوگ روزہ کیوں رکھتے ہیں؟" گڑیا نے اسی ناراض سے لہجے میں پوچھا تو ڈاکٹر ظہیر اپنی بیٹی کو سمجھانے کے لیے الفاظ ڈھونڈنے لگ گئے۔

"کیونکہ بیٹا ہمیں اس مہینے روزہ رکھنے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ اگر ہم اللہ پاک کے لیے پورا دن نہ کچھ کھائیں گے اور نہ ہی کچھ پییں گے اور روزے میں منع کی ہوئی تمام چیزوں سے بچے رہیں گے تو اللہ ہم سے بہت خوش ہونگے۔"

"لیکن اس کا فائدہ کیا ہوتا ہے؟" بیٹی نے ایک اور سوال کیا۔

"اممم! دیکھو اس کا سب بڑا فائدہ یہ ہے اللہ پاک ہم سے خوش ہوتے ہے۔" ڈاکٹر حفیظ کی بات سن کر چھوٹی سی بچی نے پھر سوال کیا۔

"اور اس سے چھوٹا فائدہ؟"

"دیکھو بیٹا میں ایک ڈاکٹر ہوں تمہیں دینی فوائد زیادہ تو نہیں بتا سکتا

ہوں مگر ہاں ! طبّی فوائد ضرور بتا سکتا ہوں۔"ڈاکٹر ظہیر نے اپنی بیٹی کی طرف دیکھا جو منتظر بیٹھی تھی اس کا باپ کب اسے فوائد گنوانا شروع کرے گا۔

"دیکھو سب پہلے تو یہ اس پورے مہینے جب ہم ایک مخصوص مدت کے لیے کھانا پینا بند کرتے ہیں تو ہمارے جسم کو سکون ملتا ہے۔ہمارا جسم جو پورا سال ہماری غذا کو توانائی میں بدلنے کا کام نان اسٹاپ کر رہا ہوتا ہے،اسے ایک طرح سے ریسٹ ملتا ہے۔روزے سے معدے کی بیماری ختم ہوتی ہے اور ہاضمہ اچھا ہوتا ہے۔"ڈاکٹر ظہیر سانس لینے کے لیے رکیں۔

"اور؟؟"ان کی بیٹی کو ان کا رکنا اچھا نہیں لگا تھا۔

"بتا رہا ہوں یار صبر تو کر لو!"ڈاکٹر ظہیر اپنی بیٹی کی عجلت پر مسکرا

دیے۔"ہاں تو میں بتا رہا تھا روزہ معدے کے امراض کو دور کرتا ہے۔روزہ جگر، دل اور اعصاب کی کمزوری رکھنے والے لوگوں کے لیے کافی فائدہ مند ہے۔تم جانتی ہو ایک تحقیق کے مطابق جب ہمارا جسم تیس دنوں تک آٹھ نو گھنٹے کے لیے کچھ کھاتا پیتا نہیں ہے تو ہمارا جسم بھوک کی شدت میں جسم میں موجود فاسد مواد، جو نہایت نقصان دہ ہوتے ہیں، کو استعمال کرنا شروع کر دیتا ہے۔اس طرح وہ مواد یونہی ضائع ہو جاتے ہیں اور ہمارے جسم کو نقصان نہیں پہنچا پاتے ہیں۔روزے کے ان طبّی فوائد کو غیر مسلم بھی مانتے ہیں۔آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر مور پالڈ کا کہنا ہے"میں اسلامی علوم پڑھ رہا تھا جب روزوں کے بارے میں پڑھا تو اچھل پڑا کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو کیسا عظیم الشان نسخہ دیا ہے! مجھے بھی شوق ہوا، لہذا میں نے مسلمانوں کی طرز پر روزے رکھنے شروع کر دیے۔عرصہ دراز سے میرے معدے پر ورم تھا، کچھ دنوں کے بعد مجھے تکلیف میں کمی محسوس ہوئی۔میں روزے رکھتا رہا یہاں تک کہ ایک مہینے میں میرا مرض بالکل ختم

ہو گیا! "یہی نہیں بلکہ ہالینڈ کا ایک پادری ایلف گال کہتا ہے: "میں نے شوگر، دل، معدے کے مریضوں کو مسلسل تیس دنوں تک روزے رکھوائے، نتیجتاً شوگر والوں کی شوگر کنٹرول ہو گئی، دل کے مریضوں کی گھبراہٹ اور سانس کا پھولنا ختم ہو گیا اور معدے کے مریضوں کو سب سے زیادہ فائدہ ہوا "اس کے ساتھ ساتھ انگریز ماہر نفسیات سگمنڈ فرائیڈ کا بیان ہے، روزے سے جسمانی کھچاؤ، ذہنی ڈیپریشن اور نفسیاتی امراض کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ دیکھا گڑیا روزے کے کتنے سارے فوائد ہیں اور یہ بس طبّی فوائد ہے۔ سوچوں اللہ نے اس کے آخروی فوائد کتنے رکھے ہونگے!"

اپنے ڈیڈ کی بات سن کر گڑیا تھوڑی دیر کے لیے سوچ میں پڑ گئی۔ پھر اس نے دوبارہ اعتراض اٹھایا۔

"ڈیڈ! لیکن کل جب میں آپ کے کلینک آئی تو میں نے تین مریضوں کو دیکھا جو معدے میں درد کی شکایت کر رہے تھے اور یہ بھی کہہ رہے تھے کہ یہ درد روزہ کھلنے کے بعد سے ہوا ہے۔ اگر انہوں نے روزہ رکھا تھا تو انہیں معدے کے درد کی شکایت کیوں ہوئی؟"

گڑیا کی بات سن کر ڈاکٹر ظہیر مسکرائے۔

"کیونکہ گڑیا ان کے معدے کا درد روزہ کھلنے کے بعد سے نہیں بلکہ خوب ڈٹ کر افطار کرنے کے بعد سے ہوا ہے۔ ان تینوں مریضوں نے اپنے معدے کو آٹھ گھنٹے آرام کروا لینے کے بعد افطار میں زیادہ کھا لینے کی وجہ سے معدے میں اوور لوڈ کر لیا۔ خالی معدے میں اگر آپ فرائی کی ہوئی چیزیں جیسے سموسے، پکوڑے، چپس، کباب وغیرہ کھائے گے تو معدہ تو درد کرے گا ہی۔ افطار

کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ دن بھر جو کھانا نہیں کھایا ہے اس کی ساری کسر افطار میں نکال لیں۔ رمضان میں ہونا تو یہ چاہیے کہ ہمارا جسم صحت مند ہو مگر ہم افطاری سے لے کر سحری تک اتنا کھانا کھا لیتے ہیں کہ ہمارا جسم باقی دنوں کے مقابلے میں اور زیادہ ڈسٹرب ہو جاتا ہے اور اسی نتیجے میں موٹاپا اور دیگر امراض جنم لیتے ہیں۔"

گڑیا کو اپنے ڈیڈ کی باتیں سمجھ آگئی تھیں۔ اب وہ تھوڑی دیر ان پر غور کر رہی تھی۔ کچھ ہی لمحات بعد اس نے اپنے ڈیڈ سے کو کہا۔

"ڈیڈ کل سے میں بھی روزہ رکھوں گی۔" گڑیا کے چہرے پر عزم جھلک رہا تھا جسے دیکھ کر ڈاکٹر ظہیر خاصے محظوظ ہوئے۔

"بالکل تمہاری عمر ویسے بھی سات سال ہو گئی ہے۔اب تمہیں روزے رکھنے چاہیے لیکن یہ یاد رکھنا روزہ صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے رکھنا چاہیے۔یہ جو سارے فوائد میں نے تمہیں بتائے ہیں یہ بس بونس ہیں۔رمضان کا اصل مقصد روزہ اور عبادات کر کے اللہ کو راضی کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے!" گڑیا نے چہکتے ہوئے سر ہلایا۔

"اللہ تمہیں تمہارے فیصلے پر ثابت قدم رکھے ماہِ رمضان کے صدقے سے!"

ooooooooooooooooooooooooooo

اگلا منظر لفظ تباہی کی منہ بولتی تصویر دکھائی دیتا تھا۔ جہاں بھی دیکھو ہر طرف بس ٹوٹی پھوٹی عمارت اور ان کے ملبے بکھرے دکھائی دیتے تھے۔ گلیوں، سڑکوں اور گزرگاہوں کے راہ گیروں کو اپنے جوتوں کے نیچے اینٹوں اور شیشوں کے ٹکڑے محسوس ہوتے تھے۔ ہر جگہ بس تباہی ہی تباہی تھی۔

ان تباہیوں میں سسکیوں، چیخوں اور تڑپتی فریاد کرتی آواز بیک گراؤنڈ میوزک کا کام کرتی تھی۔ زندگی کبھی کسی کے لیے آسان نہیں رہی تھی۔ خاص طور پر ان کے لیے جو غیروں کی غلامی سے مزاحمت کریں اور اپنی آزادی کا حق مانگے۔

یہ فلسطین کے شہر غزاہ کا منظر تھا جو سب کو بتاتا تھا کہ دیکھو، میری تباہی جانو، مجھے اجاڑا بس اسی لیے گیا کہ میرے رہنے والے باشندوں کے دلوں کے

ایمان مضبوط تھے۔ وہ شہادت کی موت کو غلامی کی ذلت پر ترجیح دیتے تھے۔ وہ صحیح معنوں میں انسان تھے۔ یہاں اب جو بھی بستا ہیں کسی پیارے کا غم ضرور دل میں رکھتا ہے۔ اس کے سر پر نہ چھت ہے اور نہ پاس کسی اپنے کا سایہ۔

شہر غزاہ ہی ہمیں پناہ گزین کے ایک کیمپ میں لے جا رہا تھا۔ شاید وہ کسی دکھی کی داستان سنانے کے لیے بے چین تھا۔ سورج بس غروب ہونے کو ہی تھا۔ آہستہ آہستہ ماحول میں چھاتا اندھیرا لوگوں کے دلوں میں چھائی وحشت زدہ اندھیروں سے زیادہ نہ تھا۔

www.novelsclubb.com

اس کیمپ میں اس وقت دو مرد موجود تھے ویسے تو یہاں پر بارہ، پندرہ مردوں کی رہائش تھی مگر ابھی باقی لوگ غزاہ کے شہر کا دورہ کر رہے تھے آیا کسی کو ہماری مدد کی ضرورت تو نہیں ہے۔

کیمپ کے وسط میں ایک جوان مرد نڈھال بیٹھا ہوا تھا جبکہ دوسرا مرد

جو ادھیڑ عمر تھا اسے حوصلہ دے رہا تھا۔

"تم حوصلہ کرو اللہ سب بہتر کرے گا۔" ادھیڑ عمر مرد نے اسے

حوصلہ دیا۔

"اللہ تو بہتر ہی کرتا ہے لیکن انسانوں کا ہم کیا کریں بابا۔انسان نے تو

جب بھی کیا انسانیت کا خاتمہ ہی کیا۔اللہ جانے ان کے دلوں میں خوف کیوں نہیں

آتا ہے۔"

"اگر انہیں خدا کا خوف ہوتا تو کیا یہ اتنے ڈٹ کر باطل رہا میں کھڑے

ہوتے۔" ادھیڑ عمر مرد نے تاسف سے کہا۔

"میرے بچے، وہ لوگ میرے ہاتھوں سے میرے بچے چھین کر چلے گئے اور جو ایک بچہ میں بمشکل بچا پایا، جو میری گود میں ہی بھینچا ہوا تھا اسے بھی ان لوگوں نے اپنی بندوق سے مار ڈالا۔ انہیں کیا ملا! دیکھو اس کا خون!"

اس آدمی نے اپنی قمیض اس ادھیڑ عمر آدمی کے سامنے کی۔ قمیض پر لال رنگ کا خون صاف دکھائی دے رہا تھا۔ "میرے بچوں نے آج روزہ رکھا تھا۔ اب افطار کا وقت ہو رہا ہے پتہ نہیں انہوں نے اسے کھانا کھلایا بھی ہو گا یا نہیں! کیا مسلمان ہونے کی ہمیں اتنی بڑی قیمت چکانی پڑے گی؟"

نڈھال مرد کی یہ بات سن کر ادھیڑ مرد فوراً جلال سے بولا۔

"تم یہ کیا بول رہے ہو؟ کیا اپنے بچوں اور اپنی قربانی تم ضائع کر دینا چاہتے ہو؟" ادھیڑ عمر مرد کی بات سن کر روتا ہوا مرد خاموش ہو گیا۔

"کیا مطلب؟"

"تم نے ابھی ناشکری کر دی۔ تم نے اپنے ایمان کو ہی اپنے لیے عذاب سمجھ لیا۔ کیا تم اپنے ان پیاروں کو بھول گئے جنہوں نے ایمان کی خاطر اپنی زندگی تک قربان کر ڈالی۔ تم نہیں جانتے ایمان والوں پر اللہ کی کیسی رحمتیں ہوتی ہیں۔ کیا تمہیں نہیں پتہ جس کا ایمان جتنا مضبوط ہوتا ہو وہ اللہ کی راہ میں اتنا ہی آزمایا جاتا ہے۔ تم نے ناشکری کر کے بہت برا کام کیا ہے۔ اگر تم خاموشی سے صبر کرتے تو اللہ تمہیں بہت اجر دیتا۔"

اس مرد نے زکام زدہ سانس اندر کھینچی۔اس مرد کو اپنی غلطی کا پتہ چل گیا تھا۔وہ اس ندامت میں تھا اسی لیے اس نے بات بدلنے کے لیے ادھیڑ عمر مرد سے سوال کیا۔

"تو بابا تم بتاؤ یہ یہود تو اللہ کو مانتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہے۔یہ آخر کیوں ہم مسلمانوں سے کھار کھاتے ہیں۔حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو انہیں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی بشارت دی ہو گی۔انہوں نے پھر ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم پر ایمان کیوں نہیں لایا؟"

ادھیڑ عمر مرد تاسف سے بولا۔"بیٹا یہ حسد بہت بری چیز ہے۔ان

یہودیوں کو اپنی نسل سے بہت پیار ہے۔انہیں بہت غرور ہے کہ ان کے آباؤاجداد میں انبیاء گزرے ہیں۔انہیں لگتا تھا اللہ کا محبوب آخری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ان کی ہی نسل بنی اسرائیل میں آئے گا مگر جب انہوں نے دیکھا کہ وہ پیارا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ان کی بجائے بنی اسماعیل سے آیا ہے تو انہیں حسد ہوا اور اسی حسد کے ہاتھوں یہ لوگ نبی کے منکر ہو گئے۔انہوں نے توریت سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے تمام اوصاف بدل دیے اور ان کے سرداروں نے آپ کی نبوت کو جھٹلا دیا۔اسی لیے تو یہ ہم مسلمانوں سے اس قدر چڑتے ہیں۔وہ جانتے ہیں اللہ نے امت محمدیہ پر اپنی کیا کیا کرم نوازی کی ہے۔بس وہ اسی چڑ میں ہر وقت ہم مسلمانوں کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔وہ ہمیں ایذا بھی بس اسی لیے پہنچاتے ہیں تاکہ ہم صراط مستقیم سے ہٹ کر کفر کی گمراہیوں میں کھو جائیں۔ان کے اندر انسان کی بجائے شیطان چھپا بیٹھا ہے۔میں تو اللہ کے اس بابرکت مہینے میں رورو کر اپنے اور اپنے تمام مسلمان بہن بھائیوں کے لیے دعا کرتا ہوں اللہ انہیں صراط

مستقیم پر رکھے۔ تم بھی رمضان میں دعا مانگو اللہ تمہارے بچوں کو بخیر وعافیت تم تک پہنچادے۔ تم جانتے ہو افطار کا وقت اتنا قبولیت کا ہوتا ہے کہ بندے اور رب کے درمیان حائل تمام پردے چاک ہو جاتے ہے۔ تمہارے گمان میں بھی نہیں ہے اس وقت تمہارا رب تمہارے کس قدر قریب ہے۔"

اسی وقت دور سے مغرب اذان کی صدا سنائی دی۔

ادھیڑ عمر آدمی روزہ کھولنے لیے پانی نکالنے لگ گیا جبکہ دوسرا آدمی ہاتھ اٹھا کر رب کی بارگاہ میں دعا کرنے لگا۔

"یا اللہ ہمیں اس ظالم اور وحشی قوم سے نجات دے دے۔ ہمارے قبلہ اول کو عبادت کے لیے کھول دے اور اس ظالم قوم کا شر بھی ہم سے دور رکھ۔

یا اللہ بھلے میرے بچے مجھ تک نہ پہنچ پائیں مگر ان کو صراط مستقیم پر رکھنا ماہ رمضان کے صدقے سے!"

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

ماہ رمضان اپنی رحمتیں اور برتیں لٹاتا اپنے اختتام کی جانب بڑھ رہا تھا۔کسی نے اس مہینے کو غنیمت سمجھ کر تھام لیا اور کوئی اسے بوجھ سمجھ کر اس کی ناقدری کرتا رہا۔

اللہ پوری امت مسلمہ کو رمضان کی قدر کرنے کی توفیق دے۔اس مقدس مہینے کے صدقے سے!

www.novelsclubb.com

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

(ختم شد)

www.novelsclubb.com